بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر محمد اقبال جاوید

ایک نایاب رسول ﷺ نمبر

اردو رسالوں کے سیرت نمبروں کے تعارف کا آغاز راجا رشید محمود نے رسالہ ''نعت'' کے ذریعے ۱۹۸۸ء میں کیا تھا، چنانچہ ستمبر ۱۹۸۸ء، فروری ۸۹ء، اور ستمبر ۹۳ء کے شمارے سیرت نمبروں کے تعارف پر مشتمل ہیں، احقر کے ذاتی کتب خانے میں موجود رسول ﷺ نمبروں کا تعارف، احقر ہی کے قلم سے ماہنامہ ''نعت'' کے درج ماہ شماروں میں شائع ہو چکا ہے، اس کے بعد احقر نے تلاش جاری رکھی، اللہ تعالٰی نے اسباب مہیا فرمائے اور بہت سے نایاب اور کمیاب رسائل تک رسائی ہوئی، اور یوں احقر کے قلم سے ۵۹۲ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''بیسویں صدی کے رسول ﷺ نمبر'' مرتب ہوئی اور ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی، سب سے پہلا رسول ﷺ نمبر ماہنامہ ''نظام المشائخ'' دہلی کا ہے جو خواجہ حسن نظامی کی ادارت میں فروری، مارچ ۱۹۱۱ء میں چھپا تھا۔ یہ کیف آفرین تلاش اب بھی جاری ہے، اور میں اسے بھی اللہ تعالٰی کے فضل اور اس کی توفیق ہی سے تعبیر کروں گا کہ ؂

اس متاعِ شوق کی ہم جستجو کرتے رہے
زندگی بھر، زندگی کی آرزو کرتے رہے

چنانچہ گزشتہ دنوں رسالہ ''عصمت'' دہلی کا ایک نایاب رسول ﷺ نمبر ملا ہے، جس کا تذکرہ ابھی تک کہیں بھی محفوظ نہیں ہوا، یہ رسالہ جنوری، فروری ۱۹۱۷ء (جلد ۱۸ نمبر ۲، ۳) میں شائع ہوا ہے۔ اس

کے مدیر محمد عبدالراشدالخیری دہلوی اور شیخ محمد اکرام ہیرسٹرایٹ لا ہیں، زمانی اعتبار سے یہ سیرت نمبر ساتواں بنتا ہے۔ احقر کی تحقیق کے مطابق ترتیب یوں ہے۔

۱۔	نظام المشائخ دہلی	۱۹۱۱ء
۲۔	اہلحدیث امرتسر	۱۹۱۲ء
۳۔	نظام المشائخ دہلی	۱۹۱۲ء
۴۔	النجم لکھنؤ	۱۹۱۳ء
۵۔	نظام المشائخ دہلی	۱۹۱۴ء
۶۔	اسوۂ حسنہ میرٹھ	۱۹۱۵ء
۷۔	عصمت دہلی	۱۹۱۷ء (زیرنظر)

۱۹۱۷ء میں شائع ہونے والے دیگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ہیں، خطیب دہلی، ستارۂ صبح لاہور، اور نظام المشائخ دہلی۔

زیرنظر سیرت نمبر کے مدیر علامہ راشدالخیریؒ معروف ناول نگار ہیں، جنہوں نے مولانا نذیر احمد دہلوی کے چھوڑے ہوئے قلم کو پھر سے اٹھالیا، اور طبقہ نسواں کی اصلاح اور فلاح و بہبود کے لئے بہت سے ناول لکھے۔ ان کی تحریر میں لفظی شکوہ کے ساتھ ساتھ قلبی گداز بھی تھا۔ دینی اقدار کا فروغ اور اسلامی معاشرے کی تاب و تب بھی ان کے پیش نظر تھی، انہوں نے رسالہ ''عصمت'' بھی انہی مقاصد کے تحت جاری کیا۔ اس رسالے کے سرورق پر تحریر عبارت اسی مقصد کا اظہار کررہی ہے جو یوں ہے۔

> شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے اردو میں پاکیزہ خیالات، علمی اور ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ۔

بنابریں اس سیرت نمبر میں یہ اہتمام ہے کہ زیادہ تر مضامین ایسے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں مسلمان خواتین کی اصلاح مقصود ہے۔ ضخامت ۶۴ صفحات ہے، اور مندرجات درج ذیل ہیں۔

۱۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں، خواجہ حسن نظامی، ۲۔ صدقے میں پیغمبر ﷺ کے۔ نظم (۶ بند) حضرت باسط بسوانی، ۳۔ نعت ۹۲ شعر، جمال الوری، ۴۔ نور محمدیؐ، اشرف حسین بی۔ اے، ۵۔ اپنے پیا کی جوگن نبی۔ مسدس (۱۲ بند)، امجد حیدرآبادی، ۶۔ نعت (۷ شعر)، حسرت موہانی مرسلہ بیگم حسرت از

علی گڑھ، ۷۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجۃ الکبریٰؓ، محمد رضی حسین بی اے، ۸۔نعت (۷شعر) ۹۔ قصیدہ درنعت سرورِ کونین سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۴۷شعر)، محمد آصف علی بیرسٹرایٹ لا، دہلی، ۱۰۔خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، ایڈیٹر، ۱۱۔پیارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، محمد طفیل، ۱۲۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں میں۔نظم (۱۲شعر)، ظفر احسن علوی، ۱۳۔ارشادات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، نظم (۴شعر)، الیس، ۱۴۔مدینے چلو، دربار دیکھو۔نظم، (۲۳شعر) مہاراجا سرکشن پرشاد شاد، سابق وزیر اعظم حیدر آباد، ۱۵۔زیب النساء کے فرضی افسانوں پر سرسری نظر، سید محمد رضی حسین بی اے دہلوی، ۱۶۔لال سبز کبوتر، محمد عبدالرزاق الخیری، ۱۷۔مصر کی پرانی زندگی، بنت عباسیتھہ، ۱۸۔جنت سے بیوی کا خط شوہر کے نام۔نظم (۴۲شعر)، ۱۹۔رباعیات، اکبر الہ آبادی، ۲۰۔ام المومنین حضرت صفیہؓ، راشد الخیریؒ۔

اہم اقتباسات

دولہا کون؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دُلہن کون۔بی بی عائشہؓ۔یہ دونوں میاں بیوی اُن کروڑوں مسلمانوں کے آقا تھے جو چاندی سونے کے محلوں میں سوتے ہیں، شال دوشالے اوڑھتے ہیں، مگر خود ان کی حالت یہ تھی کہ کچی مٹی کی دیواروں کا مکان، کھجور کی سوکھی ٹہنیوں کا چھپر، کمبل یا گاڑھے گزی کے کپڑے، جو کی روٹیوں، سوکھے گوشت اور کھجوروں کا کھانا۔

حضرت عائشہؓ بیاہی کر آئیں تو نو برس کی جان تھیں، گڑیاں ساتھ لائیں، خاوند کا وہ عالم کہ مورتیں مٹانے میں رات دن مصروف مگر لاڈلی بیوی کی گڑیوں پر اعتراض نہیں کیا، جانتے تھے کہ بچوں کا کھیل ہیں، عبادت کے بت نہیں۔اُدھر عائشہؓ کا یہ ادب کہ گڑیوں کو چھپا کر رکھتیں، اس ڈر سے کہ کہیں ان کی مرضی کے خلاف نہ ہو، ہوا نے ایک دن گڑیوں کا ڈھکا ہوا پردہ اڑا دیا اور پیغمبر خدا نے ان کو دیکھ لیا، عائشہؓ ڈریں کہ اب حضرت خفا ہوں گے۔ان کو پھنکوا دیں گے۔مگر وہ تو امت کو سکھانے آئے تھے کہ عورتوں سے نرمی کا برتاؤ کیا کرو، ناراض کیوں ہوتے، مسکرا کر فرمانے لگے، عائشہؓ یہ کیا چیز ہے؟ بولیں، میری بیٹیاں، اس جواب سے ذرا زیادہ مسکرائے اور فرمایا، یہ تمہاری لڑکیوں کے پاس پر دار گھوڑا کیسا ہے، کیا گھوڑے کے پر بھی ہوا کرتے ہیں، عرض کی ہائیں! حضور ﷺ آپ کو معلوم نہیں، آپ تو پیغمبر ہیں اور سب پیغمبروں کے حالات جانتے ہیں، حضرت سلیمان پیغمبر کے پاس پر دار گھوڑا تھا، بھولی بیوی کا یہ پیارا جواب سن کر حضرت اتنے مسکرائے کہ کچلیاں تک کھل گئیں، سوچنا، ایک یہ ہمارے مالک اور کائنات کے سردار

L.p mal os\Alser

جنہوں نے ناسمجھ بیوی سے کیسی محبت کی بات چیت کی اور ایک ہم ہیں کہ اپنی بیوی کی ذرا سی نادانی پر آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔

ایک دن آنحضرت ﷺ نے فرمایا، عائشہؓ تمہاری خوشی و خفگی کی پہچان ہم کو معلوم ہو گئی ہے، ہم جان جاتے ہیں کہ آج ہماری عائشہؓ ہم سے کچھ خفا ہیں، حضرت عائشہؓ نے مسکرا کر عرض کیا، قربان جاؤں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذرا بتائیے تو میری خفگی کی کیا نشانی ہے؟ فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو تو بات چیت میں کہتی ہو، محمد ﷺ کے خدا کی قسم، تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ آج تمہارا جی خوش ہے اور جب تم کہتی ہو، ابراہیمؑ کے خدا کی قسم تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ آج کچھ خفگی ہے، جو قسم میں میرا نام نہیں، حضرت ابراہیمؑ کا نام لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ شرما کر گردن جھکا لیتیں اور کہتیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے خوب پہچانا، یہ بالکل سچ ہے مگر ذرا اس کا خیال رکھئے گا کہ میں خفگی میں آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں، خود آپ کی ذات کی محبت نہیں چھوڑتی، اور آپ کے اشاروں پر کام کرتی ہوں۔

خانۂ رسول ﷺ کے اس راز و نیاز کو دیکھو اور اپنی حالتوں کا خیال سامنے لاؤ کہ میاں ہیں تو ایسے کہ ذرا سخت کلامی ہوئی اور برسوں کے لئے اینٹھ گئے، اور بیوی ہیں تو ایسی کہ میاں سے خفا ہوئیں تو سیدھی میکہ پہنچیں۔(۱)

....

اُس عارفِ کامل کے، اس ہادی و رہبر کے
اس صاحبِ باطن کے، اس مالک و سرور کے
اُس صورتِ زیبا کے، اس روئے منور کے
اس کاکلِ پیچاں کے، اس زلفِ معطر کے
صدقے میں پیمبر ﷺ کے

نام اس کا محمد ﷺ ہے، وہ رب کا دلارا ہے
محبوبِ خدا وہ ہے، اللہ کا پیارا ہے
ظلمت میں پھنسے جو ہیں وہ ان کا سہارا ہے
روشن ہے جہاں سارا کیا حسن دل آرا ہے
صدقے رخِ انور کے

امی ہے لقب اس کا، وہ شاہ دو عالم ہے
قرآن ہوا نازل، کیا رتبہ اعظم ہے
معراج ہوئی حاصل یہ مرتبہ کیا کم ہے
اوصاف کہوں تم سے یہ مجھ میں کہاں دم ہے
اُس شافع محشر ﷺ کے (۲)

فصاحت شکار کلام محمد ﷺ بلاغت، گرفتار دام محمد ﷺ
مشیتؔ نے تخلیق آدم سے پہلے لکھا باب جنت پہ نام محمد ﷺ
اولوالعزم جس جا کہیں نفسی نفسی وہاں دیکھنا اہتمام محمد ﷺ
شفاعت میں محروم ہوگا نہ کوئی یہ امت پہ ہے لطف عام محمد ﷺ
کہاں ایسی قسمت کہ روضے پہ جاکر پڑھوں میں درود و سلام محمد ﷺ
ادھر بھی کوئی ابر رحمت کا چھینٹا جماؔلی ہے یا رب، غلامِ محمد ﷺ (۳)

....

خطاب بلبل سے

او خوش نوا پرندے فریاد کرنے والے
اور اپنی زندگانی برباد کرنے والے
نالوں سے خوش دلوں کو ناشاد کرنے والے
معشوق بیوفا کو او، یاد کرنے والے
گل کی تجھے تجسس، میں رشک گل کی جویا
آمل کے ساتھ، ڈھونڈیں آعندلیب گویا

خطاب پروانہ سے

او کشتہ محبت، غم سے نہ ڈرنے والے
او ننھے کیڑے،سر کی پروا نہ کرنے والے
او شمع محفل غم، جل جل کے مرنے والے

او جان دینے والے جی سے گزرنے والے

شیدا میں نور کی ہوں، تو نار پر فدا ہے

منزل تو ایک ہی ہے، رستہ جدا جدا ہے

اپنی حالت

کیا شام بیکساں کی یا رب سحر نہیں ہے
یہ چاندنی کی راتیں، رشک قمر نہیں ہے
کیوں کشتگان غم کی اس کو خبر نہیں
کیوں نخل زندگانی، تجھ میں ثمر نہیں ہے

اے ابر رحمت ایک چشمے بتو نہادم
چوں دانہ بامیدت در خاک اوفتادم

نکلی ہے گھر سے جوگن کفنی گلے میں ڈالے
پاؤں میں پڑ گئے ہیں اب چلتے چلتے چھالے
گرنے کو ہوں زمیں پر، ہے کون جو سنبھالے
یثرب نگر کے راجہ، او کالی کملی والے

کرپا کی اک نظر ہو دکھیا یہ اپنے پیارے
بھولی نہیں میں تم کو، تم کیوں مجھے بسارے(۴)

جن و ملک میں خدام درگاہ — رتبے سے تیرے ہو کون آگاہ
اُس نازنیں کی محفل میں اک دن — لے چل مجھے بھی اے شوق ہمراہ
کافی ہیں تیرے سودائیوں کو — جانہائے روشن، دلہائے آگاہ(۵)
بیاں کس سے ہو عزو شانِ محمد ﷺ — کہ حق نے کیا ہے بیانِ محمد ﷺ
ہمیں خلد کی کچھ تمنا نہیں ہے — دکھا دے خدا گلستانِ محمد ﷺ
زبان آپ ﷺ کی ہے زبانِ الٰہی — بیانِ خدا ہے بیانِ محمد ﷺ
چلیں آؤ ہند سے سوئے طیبہ — بصد شوق اے عاشقانِ محمد ﷺ

شرف ہے یہ کافی فصیح حزیں کو کہ ہے خادم خادمان محمد ﷺ(۲)

ہولیا ذکر شب غم، مجلس ماتم تمام
رونما ہے مہر اب اور صبح ہے خندہ طراز

ساز دل تار رگ جاں سے ترنم ریز ہے
مل گیا ایمان میں زیر و بم ہستی کا راز

روح ہے اک نغمۂ بے صوت بطن خلق میں
اس ہی میں مضمر ہے تخلیق تدبیر کارساز

اس ہی نے اس بانی اسلام کو پیدا کیا
جس کی ذات پاک نے بخشا عرب کو امتیاز

کفر اور الحاد جب عالم میں عالمگیر تھے
مصطفی ﷺ پیدا ہوا مکہ میں غم کا چارہ ساز

کب محامد اور محاسن تیرے ہوں مجھ سے ادا
ہاں مگر اک عرض ہے تجھ سے مری بندہ نواز

تیری تلقیں کا اثر اتنا مٹا ہے دہر سے
کفر اور اسلام میں باقی ہے اب کم امتیاز

ہے تہی بزم قیاس، اجماع ہے آتش بجام
لوگ کہتے ہیں ہر ایک گھر میں حدیث خانہ ساز

بد دلی وہ ہے کہ شاید تجھ سے بھی بد دل ہیں وہ
ہائے ان شکی دلوں کا کون پائے اصل راز

آج ہیں پابوس نکبت، ہاں وہی سر پر غرور
تھے جو کل تک جملہ عالم میں بلند و سرفراز

اور کیا ہے یہ ہماری شامت اعمال ہے
ساری دنیا ہے ہمارے حال پہ خندہ طراز

بس دعا پہ ختم کر آصف تو اب اس عرض کو

امت احمد ﷺ کے عصیاں بخش دے اے بے نیاز
کیا نہیں تقصیر بندہ آپ ہی عذر گناہ؟
کہتے ہیں اللہ تُو تو ہے بڑا نکتہ نواز (۷)

....

حاتم کا نام آج تک سخاوت کے لحاظ سے تمام دنیا میں مشہور ہے۔اس کی بیٹی کا نام سفانہ اور بیٹے کا نام عدی تھا، جب حاتم مرگیا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا غلغلۂ اسلام بلند ہوا تو بعض نے اسلام قبول کیا اور بعض نے مخالفت پر کمر باندھی ۔اس کے ساتھ اس کے ہمراہی بھی تھے اور ایک پورا قبیلہ جو اسی کے نام سے مشہور تھا، لڑنے کے واسطے تیار ہوا، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی تو حضرت علیؓ کو اس قبیلے کے سمجھانے کے واسطے روانہ کیا مگر عدی کسی طرح اسلام پر رضامند نہ ہوا، اور سخت سست باتیں کہنی شروع کیں۔آخر نوبت لڑائی تک پہنچی مگر اس سے پہلے کہ لڑائی شروع ہو راتوں رات عدی اپنے اہل و عیال سمیت غائب ہوگیا اور حضرت علیؓ نے باقی ماندہ قبیلے کو جس میں عورتیں اور مرد شامل تھے گرفتار کرلیا۔ ان قیدیوں میں حاتم طائی کی مشہور لڑکی سفانہ بھی تھی، جس وقت یہ قیدی سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تو سفانہ بجائے درد وغم کے پر جوش لہجے میں آگے بڑھی اور عرض کیا:

''میں اس باپ کی بیٹی ہوں جس نے تمام دنیا میں اپنا نام روشن کر دیا۔اس نے ہزاروں مجرموں کو قید سے چھڑایا، سیکڑوں بے گناہوں کو تکلیف سے بچایا، بندگان خدا کی خدمت کی، اپاہجوں، مریضوں، مفلسوں محتاجوں پر مہربان رہا اور وہ میرا باپ حاتم طائی تھا۔میں اس سزا کی سزاوار نہیں ہوں۔مجھ کو آزاد کیجئے۔میری وجہ سے میرے باپ کے قبیلے پر تکلیف نہ پہنچے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفانہ کے یہ الفاظ سن کر فرمایا:

تو جس شخص کی یہ صفتیں بیان کرتی ہے وہ تو خاص مسلمانوں کی نشانی ہے۔وہ اگر میرے وقت میں زندہ ہوتا تو اسلام ضرور قبول کرتا، اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ سفانہ کے ہاتھ کھول دو اور اس کے تمام قبیلے کو آزاد کرو۔

اللہ اللہ! یہ تھا وہ خلق محمدی ﷺ جس نے ایک عالم کو گرویدہ کرلیا، جب سفانہ آزاد ہوئی تو اس نے ہاتھ اٹھالئے اور دعا کی۔

خدا آپ کی نیکی اس شخص تک جو واقعی مستحق ہو پہنچائے اور آپ کسی بڑے آدمی کے محتاج نہ ہوں اور جس فیاض قوم سے کوئی نعمت چھن جائے وہ آپ کے ذریعے سے عطا ہو۔

سفانہ اس کے بعد اپنے وطن گئی اور بھائی سے کہا "میں ایسے شخص کو دیکھ کر آئی ہوں جس سے بہتر کوئی نہیں، وہ سخیوں میں اعلیٰ اور رحمدلوں میں بڑا ہے۔

یہ سنتے ہی دونوں بہن بھائی حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اس واقعہ کو ایک شاعر نے یوں ادا کیا ہے۔

قید میں حاتم طائی کی جو آئی دختر
خود اسے احمد مرسل ﷺ نے اوڑھائی چادر
اور کہا دختر فیاض یہ کہلاتی ہے
اس کے ہاتھوں کو نہ باندھو، مجھے شرم آتی ہے (۸)

....

اسی واقعے کو شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے خاص انداز میں نظم کیا تھا اس کے چند شعر بھی دیکھئے۔

درمصافے پیش آں گردوں سریر دختر سردار طے آمد اسیر
پائے درزنجیر وہم بے پردہ بود گردن از شرم و حیا خم کردہ بود
دختر کر راچوں نبی ﷺ بے پردہ دید چادر خود پیش روئے اوکشید
ما ازاں خاتون طے عریاں تریم پیش اقوام جہاں بے چادریم

ہمارے برگزیدہ نبی ﷺ جو تمام انبیا سابقین سے افضل واعلیٰ اور جن کی شان ارفع میں کلام ربانی۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ مصدق ہے اپنے وجود میں تمام صفات وکمالات ضرور یہ جو فرداً فرداً دیگر انبیا میں پائے جاتے تھے۔ بدرجہ اتم رکھتے تھے، اس کی وجہ بھی ظاہر ہے، چونکہ نبوت کا دروازہ آپ کے بعد قطعاً بند ہونا تھا۔ اور آپ کے بعد تا قیام قیامت کوئی سچا نبی نہیں ہونا تھا۔ آپ ﷺ زمانے کے آخری نبی تھے۔ اس واسطے خدائے قیوم نے آپ کی ذات میں جو

تمام حالات سے از ابتدائے آفرینش تا یوم الحساب علیم وخبیر ازلی ہے، جملہ کمالات انسانی اپنے حبیب خاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وجودِ ذی جود میں ودیعت فرمائے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری (۹)

....

رحمت عالم، محمد مصطفیٰ صل علیٰ ﷺ
مصحف ناطق، شفیع المذنبین، نورالہدیٰ
بانی تہذیب و تفسیر کتاب
ناسخ ادیان سابق، شافع یوم حساب
حسب عادت ایک دن سرکار دیں
بیبیوں کے ساتھ تھے گھر میں مکیں
مختلف حالات پر تھی گفتگو
پوچھتی تھیں جن کو جو تھی جستجو
قاعدہ یہ تھا کہ آنے والے سب
آتے تھے پر، حکم لے لیتے تھے جب
ام مکتوم آئے اور یہ عرض کی
ہو اجازت حاضری کی یا نبی ﷺ

....

بیبیوں سے سرور دیں نے کہا
آپ سب ہٹ جائیں پردہ ہو ذرا
ام مکتومؓ آتے ہیں، ان کو بلاؤ
جب تلک بیٹھیں یہاں وہ، تم نہ آؤ

....

بیبیوں نے عرض کی، اے شاہ دیں
کیا جو آتے ہیں، یہ نابینا نہیں؟
یہ تو ہیں معذور بے چارے، حضور

ان کو یکساں ہے سبھی، نزدیک و دور
اس سے کیا پردہ نہ آئے جس کو کوئی بھی نظر
ہے تکلف کیوں نہیں جب ان کی آنکھوں میں بصر

....

برہمی کے ساتھ، سن کے بولے، یہ سالار دیں
وہ تو نابینا ہیں، لیکن تم تو نابینا نہیں
اتنی آزادی سے بھی سرکار کو انکار تھا
اس قدر پردے پہ علوی آپ ﷺ کو اصرار تھا

....

ایک وہ دن تھا کہ تھا پردے کا اتنا اہتمام
ایک دن یہ ہے کہ ہے تہذیب نسواں بے نظام
فرق اتنا ہے کہ تھی اس وقت غیرت قوم میں
اور اب اس وقت ہے تہذیب یورپ قوم میں
حضرت شبلی کا اکثر شعر یہ رہتا ہے یاد
داد، داد اے گردش گردون گرداں، داد داد
یا ترقی آنچناں ویا تنزل ایں چنیں (۱۰)

....

مدینے کو چلو دربار دیکھو رسول اللہ ﷺ کی سرکار دیکھو
نظر آتی ہے واں شان خدائی کی در و دیوار کے انوار دیکھو
زمیں پہ دیکھ لو خلد بریں کو پھلا پھولا ہوا گلزار دیکھو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ یہ ہیں حضرتؐ کے چاروں یار دیکھو
مجھے ہرگز نہ چھیڑو واعظو، تم کرو مجھ سے نہ یوں تکرار دیکھو
مرے مذہب سے کیا تم کو سروکار نہ یہ پوچھا کرو ہر بار دیکھو
اگر مومن ہوں یا کافر تمہیں کیا مرا اللہ ہے غفار دیکھو
خدا کو جانتا ہوں دل سے واحد کہ وحدت سے نہیں انکار دیکھو
فدا ہوں نام احمد مصطفیٰ ﷺ پہ وہ بے شک ہیں مرے سردار دیکھو (۱۱)

یہ اقتباسات خود بول رہے ہیں کہ آج سے کم و بیش ۸۰؍سال قبل، اہل قلم، اہل علم بھی ہوتے تھے اور باعمل بھی، انہیں قرآن و سنت کی بصیرتوں سے کما حقہا آگاہی ہوتی تھی۔ یہ الگ بات کہ تحریر کے رنگ و آہنگ میں وہ ندرت، وہ شوخی، وہ ترنگی اور وہ تغزل نہیں تھا، جو آج جبین شعر و ادب کا غازہ ہے، مولانا حسن نظامی اور مولانا راشد الخیری تو مسلمہ صاحب طرز ادیب تھے، اور ان کے قلم کی ہلکی سی جنبش لولوئے لالا بکھیرتی رہی ہے، اس رسالے میں ان کی نگارشات انتہائی قابل قدر ہیں۔ جہاں تک حصہ نظم کا تعلق ہے وہ اس قابل ہے کہ پورے کا پورا محفوظ کیا جائے۔ باسط بسوانی اس دور کی شعری دنیا میں ممتاز مقام کے حامل تھے، اسی طرح امجد حیدرآبادی (۱۸۸۶ء۔۱۹۶۱ء) بھی شعر و ادب کی دنیا میں ایک حوالے کی شخصیت ہیں۔ نثر میں ان کا سفرنامہ حجاز، ذوقِ نظر، شوقِ طلب اور اسلوبِ تحریر کی ایک دل آویز قوس قزح ہے، مجھے محمد آصف علی آصف کا نعتیہ قصیدہ پڑھ کر خوشگوار حیرت ہوئی ہے۔ یاد رہے کہ آصف دہلوی، انجمن ترقی اردو دہلی کے ناظم تھے۔

حق یہ ہے کہ اس قصیدے کا ہر شعر لفظی ثروت، عروضی در و بست اور فکری رفعت کے اعتبار سے بے حد مرصع ہے، وہ لوگ قلم برداشتہ، اس قدر آراستہ شعر لکھ جاتے تھے کہ آج کے نام نہاد دانشوروں کی اکثریت انہیں درست انداز سے پڑھ بھی نہیں سکتی کہ وہ عربی کی بلاغت اور فارسی کی حلاوت سے کم و بیش نابلد ہے، تفہیم تو بہت دور کی بات ہے۔ الفاظ و تراکیب کی مشکل بندشوں کے باوجود شعری حسن برقرار ہے، اشعار رواں دواں ہیں مطالب کا تسلسل قائم ہے، اور کہیں بھی آورد کا شائبہ محسوس نہیں ہوتا۔ یوں لگتا ہے کہ پاکیزہ خیالات عالم بالا سے پے بہ پے اتر رہے اور دل آویز شعری سانچوں میں بے ساختہ ڈھلتے چلے جا رہے ہیں، المیہ یہ ہے کہ اُس دور میں دینی رسائل اور اسلامی شاعری کو اردو ادب میں کوئی مقام حاصل نہ تھا اور اردو ادب کے مورخین و ناقدین، ادب کے ان پرخلوص اور پاکیزہ شہ پاروں کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے تھے، ان کے نزدیک وہی ادب قابل ذکر اور قابل قدر تھا جو حقیقت سے بیگانہ، فکری آوارگی کا مظہر اور تعلیانہ خودنمائیوں کا آئینہ دار تھا، اور ان کی بارگاہ میں اُسی ادیب و شاعر کو پزیرائی ملتی تھی، جس کا قلم سستی جذباتیت کو غذا مہیا کرتا تھا، احقر نے ۱۹۷۶ء میں اپنی ایک تالیف ''مخزن نعت'' کے دیباچے میں لکھا تھا۔

> میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ نعت کو بطور صنف سخن ادب میں خاص مقام ملنا چاہیے، شبلی نے
> شعر العجم میں فارسی شعر و سخن کی تاریخ و تفصیل بیان کی ہے مگر فن نعت گوئی کا انہوں نے

بھی جائزہ نہیں لیا، جب کہ نعت گوئی کے سلسلے میں فارسی شاعروں کی کاوشیں ایک مستقل ادبی مقام رکھتی ہیں، حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی لاہور نے تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، سولہ ضخیم جلدوں میں مرتب کی ہے۔ یہ ایک قابل قدر ادبی کارنامہ ہے، مگر تعجب کی بات ہے کہ اصناف ادب میں نعت بحیثیت صنف سخن یہاں بھی نظر انداز ہوگئی ہے۔ نقادوں کے مختلف ادبی جائزوں میں بھی نعت گو حضرات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا جبکہ

شاعری کیا ہے، دلی جذبات کا اظہار ہے
دل اگر بیکار ہے تو شاعری بیکار ہے

تو کیا نعت، ساز دل کا رنگین، موثر اور پاکیزہ نغمہ نہیں ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ ادب کہتے ہی اس کو ہیں جو تفریحی کم اور تعمیری زیادہ ہو کہ ادب تعبیر حیات بھی ہے اور تنویر حیات بھی، تعمیر حیات بھی ہے اور تطہیر حیات بھی، شعر ہو یا نثر اگر وہ فکر و نظر کو شستگی اور شائستگی عطا نہیں کرتی تو اسے ادب کا نام نہیں دیا جاسکتا، ادب وہی ہے جو کلیوں کو چٹک، پھولوں کو ہنسی اور چمن کو شگفتگی عطا کرتی ہے۔ آج مسلم معاشرہ یہود و ہنود کی ثقافتی یلغار کی زد میں ہے اور یہ گرفت روز بروز مضبوط ہوتی جارہی ہے، اس لئے آج کہیں زیادہ ضروری ہے کہ شعر و ادب کا رخ تعمیر و تہذیب کی طرف موڑا جائے اور اس کا بہترین انداز دینی قدروں کی ترجمانی اور ترویج ہے۔ اسی انداز سے کردار کو اعتبار اور رفتار کو وقار مل سکتا ہے، ذوق حسن کی تسکین سے کہیں زیادہ نسل نو کی فکری تربیت مطلوب ہے۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے الفاظ میں:

> حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ادب اور ادیب کو ایک پھول سے تشبیہ دیتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ پھول خواہ چمن میں کھلے یا عبادت خانے کے صحن میں وہ تو ہر حال میں پھول ہے پھول کہیں بھی ہو اس کا اپنا ایک رنگ ہوگا، اس کی اپنی ایک خوشبو ہوگی۔

اس حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر ادب بھی اس طرح جہاں کہیں بھی تخلیق ہوگا اس کا اپنا اسلوب ہوگا، ایک معنویت ہوگی، ایک پیغام ہوگا اور کچھ نہ کچھ تاثیر بھی ہوگی، اس لئے جو ادب ایک سچے اور پکے مسلمان ادیب کے قلم سے نکلے گا وہ اگر حقیقت کا ترجمان، حق کا پاسبان اور اعلیٰ انسانی

اقدار کا حامل ہے تو وہ اسلامی ادب ہے، اگر یہ ادب گمراہی اور مبالغہ آرائی سے پاک ہے جس سے سورہ شعرا میں قرآن کریم نے شعروادب کو پاک رکھنے کا اشارہ دیا ہے، اگر یہ ادب اس کے ایمان وعمل صالح کا نقیب ہے تو یہ ادیب اور اس کا یہ ادب یقیناً اسلامی ادب ہے۔(۱۲)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب ہر قلم حمد ونعت لکھنے کی آرزو کر رہا ہے اور ہر رسالہ، کسی نہ کسی رنگ سے اسلامی ادب کا نقیب بنتا جارہا ہے۔حمد ونعت اور سیرت سے متعلق جرائد معیاری ادب پیش کر رہے ہیں اور ان میدانوں میں تحقیق وجستجو کے سلسلے روز بروز پھیلتے، پھولتے اور پھیلتے چلے جارہے ہیں، شعوروفن کے ساتھ ساتھ خلوص فن بھی ضروری ہے، فکر میں صداقت اور اظہار میں بلاغت ہو تو قلم کی نوک سے بکھرے ہوئے الفاظ، رفعت عقدثریا اور تخلیقی گردش ایام پر خندہ زن رہا کرتے ہیں۔

کوئی موسم خزاں سے آشنا اُس کو نہیں کرتا
ہم اپنے خون سے جو گلستاں تحریر کرتے ہیں

حوالہ جات

۱۔ رسول ﷺ کی چاہتی، خواجہ حسن نظامی /ص ۲۔۶
۲۔ باسط بسوانی/ص ۷
۳۔ جمالی الوری/ص ۸
۴۔ نظم۔اپنے پیا کی میں جوگن بنی۔امجد حیدرآبادی/ص ۱۳
۵۔ حسرت موہانی/ص ۱۴
۶۔ فصیح/ص ۱۸
۷۔ نعتیہ قصیدہ، محمد آصف علی آصف دہلوی/ ص ۱۹
۸۔ خلق محمدی ﷺ، ایڈیٹر/ص ۲۳
۹۔ پیارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم/ص ۲۵
۱۰۔ رسول اصلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں میں ظفر احسن علوی
۱۱۔ مہاراجا سرکشن پرشاد، شاد/ص ۳۱
۱۲۔ قافلہ ٔ ادب اسلامی، لاہور خطبہ ٔ استقبالیہ/ص ۲۸